ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.4 2021

پروفیسربشیراحمدسوزبحیثیت ِمترجم حلت سماع کے تناظرمیں

Professor Bashir Ahmed Souz as aTranslator in the context of Halat Sama.

۱۔ **حسنین خان سواتی**
پی ایچ ڈی شعبہ اردو ہزارہ یونیورسٹی مانسہر
۲۔ **محمد شکیل**
پی ایچ ڈی ریسرچ سکالرشعبہ اردو ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ
۳۔ **محمد لیاقت**
پی ایچ ڈی ریسرچ سکالرشعبہ اردو ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ

Abstract:
Halt Sama' is an Urdu translation of the Persian book "Buraq al-Sama' fi Al-Haadi Hal Isma'. The author of this book is Qazi Mir Alam. Professor Bashir Ahmad Suz translated this book and published it under the name of Halt Sama'. In this book, Qazi Mir Alam In addition to the history and history of Qazian Sikandarpur, a brief introduction and achievements of the important and history-making personalities of Qazian Sikandarpur have also been included in it. In it, the limitations of hearing, the limitations of hearing and literature and conditions have been narrated. Placed in front of the reader. This is his good effort. Thanks to Halat Sama, the name of Prof. Bashir Ahmad Suz will live forever in Urdu literature.
Keywords: *Bashir Ahmad Souz, Qazi Mir Alam, Persian, translation, Urdu, research, history, Hazara, Sufism.*

انیسویں صدی کے دوران ہزارہ کی جن مقتدر شخصیات نے علم وآ گہی،سماجی اورسیاسی افق پر درجہ و فضلیت حاصل کیا۔ان میں قاضی میر عالم مرحوم و مغفورکا بھی شمار ہوتا ہے۔ قاضی میر عالم مرحوم و مغفور اور ان کے خاندان کے کئی دوسرے افراد عہد رفتہ میں اپنی علمی بصیرت اور خاندانی وجاہت کی بناپر ہزارہ کی تاریخ میں معتبر اور محترم مقام کے حامل رہے ہیں ۔ لیکن شاید بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ قاضی میر عالم خودبھی مصنف تھے اور انہوں نے علوم دینیہ کی ترویج کی خاطر کئی ایک علماء اور دانشوروں سے کتب تصنیف کرا کر ان کی طباعت واشاعت کوممکن بنانے میں اہم کردارادا کیا ہے۔ اگرچہ یہ کتب نا پید ہیں لیکن انہیں تلاش کیا جائے تو ایک بڑاعلمی خزینہ منظر عام پر آ سکتا ہے۔جسکی طباعت 1891ء میں ہوئی تھی۔

پروفیسربشیراحمدسوزنے نہایت محنت اورعرق ریزی کے ساتھ اس کا اردو ترجمہ کیا اور قاضی میر عالم کے احوال و آثارکے علاوہ قاضیان سکندر پور کی چند تاریخ ساز شخصیات کے مختصر تعارف اور کارناموں کو بھی کتاب میں شامل کر دیا ہے۔پروفیسر بشیر احمد سوز نے اس کتاب کے ترجمہ کا کام کیا ہے اور اس کتاب کو بعنوان''حلت سماع'' کے نام سے ترتیب دیا ہے انہوں نے اصل کتاب کےمتن کو بھی شامل کتاب کیا ہے تا کہ ریسرچ کرنے والے بوقت ضرورت اصل ماخذ سے رجوع کرسکیں۔اس کتاب کی اشاعت تین پہلوؤں سے منفردحیثیت کی حامل ہے۔ایک یہ کہ اس علاقے کی ایک گمشدہ اور بھولی بسری کڑی دریافت ہوئی ہے جس سے اس علاقے کی علمی تاریخ کا دائرہ ماضی میں صدیوں تک گہراہوگیا ہے۔ دوسرے یہ کہ اس علمی کتاب کے ترجمے سے اس کی افادیت بڑھ گئ ہے اس کا موادنئی نسل اور آنے والی نسلوں کیلئے تر جمے کی وجہ سے قابل فہم ہوگا۔تیسرے اس کتاب کی اشاعت سے ہزارہ چیئر کے زیراہتمام تصنیف وتالیف اور ترجمہ و اشاعت کے کام کو باقاعدہ ایک ایسے شعبے کی صورت مل گئی ہے جونشرواشاعت کے حوالے سے اس کے بنیادی فرائض اور مقاصد میں شامل تھا۔جس کا سہرا ڈائر یکٹر ہزارہ چیئرکےسرہے ہزارہ چیئرکے قیام کا مقصد ہی ہزارہ کے قدیم و جدید علوم کتب کی جمع آوری اور اہم تصانیف کی اشاعت ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک قابل قدر کاوش ہے جوعلوم اسلامیہ کے حوالے سے تحقیق کرنے والے سکالرز کے لیےنہایت مفید ثابت ہوگئی ۔اور ایک اس علاقے (ہزارہ) کے قدیم علمی اثاثے کے حوالے سےجہاں تک اس کے موضوع کا تعلق ہے۔

اسلامی ممالک اور تہذیب و معاشرت والےعلاقوں میں اس پر ملنے والے علمی مواد کی تاریخ ہزار سال سے زائد عرصہ پر پھیلی ہوئی ہے۔ سیدہجویری داتا گنج بخش کی معرکتہ الآرا تصنیف ”کشف المحجوب“ میں اس موضوع پر ایک مکمل باب ہےجس میں سماع کی حدود و قیود اور آداب و شرائط کے حوالے سے سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ مختلف اسلامی ممالک اور زبانوں میں سماع پر ملنے والے کتابچوں اور ضخیم کتابوں کی تعداد ہزاروں کی تعداد میں ہے۔سماع کی حرمت وحلت کے حوالے سے اردو زبان میں ملنے والی تصانیف بھی سینکڑوں میں ہیں۔انجمن ترقی اردو پاکستان کے زیر اہتمام چھپنے والی فہرست مطبوعات قاموس الکتب (1964ء) کی مذہبی اور مذہب سے متعلق شائع ہونے والے حصے (حصہ اول) میں ایسی بیسیوں کتابوں کی نشاندہی کی گئی ہے جو سماع کے حق رد ،یا اس کی افادیت اور اثرات کے حوالے سےلکھی گئیں اس موضوع کومستشرقین نےبھی زیر

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.4 2021

بحث لائے۔ جے سی ٹرمنگم (J.C.Trimgam) کی کتاب sufi Qrders in islam میں جہاں اسلامی تصوف کے حوالے سےمختلف سلسلہ قادریہ، مولویہ، شازلیہ وغیرہ پر بحث کی گئی ہے وہاں سماع ، اس کی مقبولیت اور اس کےاثرات کو بھی موضوع گفتگو بنایا گیا ہے۔

مغربی ممالک میں سماع کی روز افزوں مقبولیت آج کےمطا لعہ کا ایک مستقل موضوع ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں انیسویں صدی میں سماع کے موضوع کو بطور خاص زیر بحث لایاگیا۔ ویسے تو سماع سے متعلق مباحث کا آغاز عربی اور فارسی میں اپنا ایک طویل پس منظر رکھتا ہےمگر حضرت امیر خسرو کے دور میں سماع کی حرمت اورحلت کے بارے میں اتنا کچھ لکھا گیا کہ اگرسارا تقریری مواد ایک تجزیاتی مطالعے میں لایا جائے تو پتہ چلے گا کہ یہ موضوع سنجیدہ اور علمی اندازکی حامل تحریروں سے لے کر مناظراتی تحریروں تک پھیلا ہوا ہے ۔ یہ بحثیں فارسی سے اردو میں بھی آئیں اور یوں اردو زبان میں بھی سماع کے حوالے سے دستیاب سرمایہ بھی سینکڑوں چھوٹی بڑی کتابوں پر پھیلا ہوا ہے ۔ سماع کی حلت و حرمت کے بارے میں فریقین کی طرف سے دلائل وبراہین کے انبار لگائے گئے ہیں ۔ سماع کے موضوع پرایسے علمی انداز کی حامل کتابوں کے ساتھ سماع میں پڑھے جانے والے کلام کے سینکڑوں انتخابات اور کتا بچے بھی شائع کئے گئے ۔

عربی،فارسی اور اردو شاعروں کے کلیات اور دادوین سے سماع آثار کلام کو منتخب کیا گیا۔ یہ کلام عموماًغزلوں اورخمسوں کی شکلوں میں ہوتا۔ ان میں شعر بہ شعر پیوند کاری کی جاتی تضمینیں لگائی جاتیں ۔غزل کے اشعار کوقوالی کی صورت میں پیش کرتے ہوئے بیچ بیچ میں بیسیوں شعر پڑھے جاتےجنہیں قوالی اور سماع کی زبان میں گرہیں کہتے ہیں۔ ان کا مقصد خیال کی تفہیم کی تکرار اور تاثر کوبڑھانا ہوتا ہے۔ نغمات سماع میں اسی کلام کو زیادہ موثر خیال کیا جاتا جس کے ساتھ ہم موضوع اور ہم خیال اشعار کی کثرت ہوتی ہے۔ فارسی کلام سما ع میں امیر خسروسے منسوب غزل اور عثمان ہارونی کی غزل نمایاں ترین اور ممتاز مقام کی حامل نظر آتی ہیں۔نمونہ کلام:

نمی دانم چہ منزل بود شب جائیکہ من بودم
بہر سو رقص بسمل بود شب جائیکہ من بودم
نمی دانم کہ آخر چوں دم دیدار می رقصم
مگر نازم بریں ذوقے کہ پیش یارمی رقصم
توہر دم می سرائی نغمہ و ہر بار می رقصم
بہر صورت کہ می رقصانیم اے یار می ر قصم (۱)

ان دونوں غزلوں کی معنوی فضا اور قافیہ وردیف کی خوش آہنگ تکرار کے سبب انہیں حلقہ ہائے سماع میں بہت پذیرائی ملی ۔ معروف اور شہر آفاق قوال خان نصرت فتح علی خان کےوالدفتح علی اور چچا مبارک علی کی شرکت میں گزشہ صدی کی پانچویں اور چھٹی دہائی میں ان غزلوں کوموثر گر ہوں کے ساتھ پڑھا اور اس کلام کے اثرات نے لاکھوں دلوں کو گرمایا۔برصغیر میں گراموفون اور بعد میں فلموں کی آمد نے سماع کو اور بڑھاوا دیا اور یوں یہ فن برصغیر میں خوب معروف ہوا۔ صوفیائے کرام کے بعض سلاسل خصوصاً صوفیائے چشت کے ہاں سماع کو ایک اہم و ظیفے کی حیثیت حاصل ہے۔ واضح ہوکہ گولڑہ شریف کی درگاہ میں سماع کا اہتمام قریباً پون صدی سے جاری ہے اور سلسلے سے وابستہ شخصیات اور افراد روزانہ ڈیڑھ دو گھنٹے قبل دوپہر سماع سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔بات تحریر سے استعمال اور معمول کی طرف آ گئی ۔

قارئین کی توجہ اس طرف دلوانی مقصورتھی کہ ان کے دائر و مقبولیت میں پھیلاؤ کے ساتھ ساتھ اس پر تنقید میں بھی شدت آئی ۔یوں سماع کے قبول درد کے حوالے سے ختم نہ ہونے والے سلسلے کا آغاز ہوا جو برصغیر میں خاص طور پر حضرت امیر خسرو سے تاحال جاری ہے۔سماع کے موضوع پر فارسی زبان میں لکھی گئی زیر نظر کتاب کئی حوالوں سے منفرد حیثیت کی حامل ہے ایک تو یہ کہ ہزارہ جیسے دور افتادہ مقام مرادعلمی مراکز سےدورلکھی گئی کتاب ہے جو اس علاقے میں علمی آثار کی قدامت، آغاز اور ارتقاء کی ایک اہم کڑی ہے۔ زمینیں اورعلاقے اپنے تاریخی اورعلمی آثار کی وجہ سے ثروت مند ہوتے ہیں ۔ وقت کے ایک اہم موضوع(سماع) پر، وقت کی علمی زبان میں علمی مراکز سے دور ایک عالمانہ اور متوازن ردعمل اس علاقےکی علمی رفتار کی نشاندہی ہی نہیں کرتا اس کے باوقارعلمی پس منظر کا بھی عکاس ہے۔اس کتاب کا اسلوب عالمانہ ہے اسے مناظراتی ردعمل کے طور پر نہیں، ایک سنجیدہ علمی تناظر میں دیکھنا چاہیے۔ مصنف نے جگہ جگہ عربی فارسی کتب ورسائل اور اہم شخصیات کے فرمودات اوراقوال کے حوالے دیئے ہیں۔ ان کے اسلوب میں ایک ایساعلمی وقار ہے جو ان کی تحریرکوتوازن عطا کرتاہے۔ موضوع پر ان کی گرفت ان کے گہرے مطالعے کی ترجمان ہے۔ انہوں نے سماع کی حلت کےحوالے سے جو دلائل اور تاریخی حوالے دیئے ہیں ان سے کتاب کاعلمی پایہ اور معیار بڑھ گیا ہے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.4 2021

کتاب کے اسلوب اور مندرجات کا تجزیاتی مطالعہ ایک جداگانہ مقالے کا متقاضی ہے۔ فی الحال اس کی دریافت ،ترجمہ اور از سر نواشاعت کے خیال سے خوشی ہورہی ہے۔ بشیراحمد سوز صاحب نے اس کے نتیجے میں آج کی زبان اور محاورے کو پیش نظر رکھا ہے۔ اس کتاب کی اشاعت نو سے جہاں موضوع کی تفہیم مکرر کے اسباب پیدا ہورہے ہیں وہاں ہزارہ شناسی کی روایت کی جڑیں بھی دریافت ہورہی ہیں۔ بلا شبہ اس کی ترتیب و ترجمہ اور طباعت و اشاعت سے ہزارہ یو نیورسٹی میں ہزار چئیر کے زیراہتمام تصنیف و تالیف کا ایک اہم باب رقم ہورہا ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ ایسی تمام کتابیں جن کی تاریخ سوسوا سو سالہ پس منظر رکھتی ہیں ان کو علاقے کی نئی نسل سے متعارف کرایا جائے ۔ انہیں ترجمہ و تالیف کے ساتھ شائع کیاجائے۔

ان پر مضامین و مقالات لکھوانے کے لئے سیمینار کا انعقاد کیا جائے ۔اگرچہ عمارات کی تعمیر بھی تمدن کو نمایاں کرنے کا باعث ہوتی ہے مگر تہذیب کے یہ مظاہر علاقے کےعلمی و ادبی اور تاریخی آثار ہوتے ہیں اور ہر نسل پر ان کا تحفظ اوراگلی نسل تک ان کی ترسیل کی ذمہ داری ایک قرض اور فرض کی طرح ہوتی ہے۔ ہزارو چیئر نے اس فرض کی انجام دہی اور قرض کی ادائیگی کے لئے جو پیش رفت کی ہے وہ بلا شبہ مبارکباد کی مستحق ہے۔

قاضی میر عالم کا تعارف

قاضی میر عالم سکندرپورضلع ہری پورہزارہ میں۱۲۴۴ھ/1829ءکو پیداہوئے۔ آباؤاجدادکا تعلق اعوان قبیلہ کی شاخ گولڑہ قطب شاہوں سے تھا علاقے میں آپ کےخاندان قاضیوں کے نام سے مشہور ہے۔ان کے مورث اعلی قاضی حافظ سعد اللہ مو ضع گولڑہ ضلع روالپنڈ ی (حال اسلام آباد) سے سکندر پور میں آ کر آباد ہوئے۔ ان کا خاندان کئی پشتوں سےاپنے علاقے کےرئیس اور عالم فاضل تھے۔ اپنے والد گرامی کے متعلق سید مراد علی تاریخ تناولیاں تصنیف ۱۸۷۵ء میں لکھتے ہیں ’’بہبودی اور رفاع عام رعایا ملک ہزارہ میں جس طرح قاضی موصوف (قاضی غلام احمد) نے کوشش کی،اس سے ان کا نام مشہور ہے۔ سکھوں کے عہدمیں سردار ہری سنگھ نلوہ کے دور حکومت میں عدلیہ کے سربراہ مقرر ہوئے۔ صاحب مزم رعب دار شخصیت کے مالک تھے جس مجلس میں ہوتے اپنی شخصیت اور قابلیت کی بنا پر سب پرچھاجاتے ۔ بڑے خوش پوش، مہمان نواز اور ملنسار تھے قاضی صاحب ۱۸۲۱ تا ۱۸۴۵ء تک ہزارہ میں عدلیہ کے سربراہ کی حیثیت سے مقدمات کے فیصلے کرتے رہے۔ سوائے مذہبی معاملات مثلاً گاوکشی باقی سب معاملات میں ان کا فیصلہ حتمی ہوتا تھا۔ قاضی القضاکے ساتھ ساتھ تمام عمر قر آن وحدیث کی تعلیم اور اتباع سنت رسولﷺمیں گزاری۔ موت بھی آئی تو حالت نماز۱۸۴۵ءمیں مانگل کے دورہ پر تھے ظہر کی نماز پڑھتے ہوئے ایک شخص نے شہید کر دیا۔ میت لا کرسکند ر پور کے نواح میں موضع ڈھیر کے قبرستان میں تدفین کی گئی ۔

قاضی صاحب میر عالم کو کتاب، علم اور مطالعہ سے خاص شغف تھا۔ ذاتی کتب خانے میں نادرکتب موجود تھیں ۔ تصنیف کا سلسلہ بھی جاری کیا ایک اہم بات جو انتہائی قابل ذکر ہے کہ وہ دوسروں کو بھی تصنیف کی ترغیب دیتے۔ گو یا لکھنا اورلکھانا عملی طور پر کام میں لایا جارہا تھا۔ قاضی محمد میر عالم نے کئی کتابیں تصنیف کی ہیں لیکن ڈیڑھ صدیاں گزر جانے کے بعد آج ہم ان کی نادر و نایاب کتب کی دستیابی سے محروم ہیں۔ البتہ ان کی ایک کتاب "بوارق الاسماع في الحادمن يحل السماع‘ دستیاب ہوئی ہے۔ اس کتاب کا پس منظر یہ ہے کہ درویش جو کہ ہری پور کا ایک تاریخی گاؤں ہے۔ وہاں کوئی مولانا محمد فیض عالم ہوا کرتے تھے جو بذات خود بڑے عالم اور علم فقہ پر عبور رکھتے تھے۔ مولانا موصوف نے ایک کتاب و جیز الصراط في مسائل الصدقات و الاسقاط کے نام سے تحریر کی ہے۔ یہ کتاب ۱۸۸۸ءمیں تحریر ہوئی ۔ اور اس میں صدقہ و اسقاط اور دیگرمسائل پر روشنی ڈالی گئی ۔ لیکن کتاب میں ایک اہم مسئلہ کی نشاندہی کی گئی ہے اور وہ یہ کہ عرس کے دنوں میں محفل سماع کا انعقاد کرنا دف کا اہتمام کرنا اور رقص و غنا کی کیفیت جائز اور حسب سنت ہے ۔ ان فروعی مسائل کو اس وقت سخت ناپسند کیا گیا اور اس وقت کے اکثر علماء اور مشائخ نے ہر محفل میں اس کے خلاف آواز بلند کی ۔ قاضی میر عالم مرحوم و مغفور نے اس کتاب کے متن پر کڑی تنقید کی اور ایک کتاب ’’ بوارق الاسماع في الحاد من يحل السماع‘ ۱۸۹۱ ء میں تحریرکی ۔ حلت سماع کی طرف۔ یہ کتاب ’’بوارق الا سماع فی الحادمن یحل اسماع‘‘ کا اردوترجمہ ہے۔ ترجمہ کار ایک علمی و ادبی شخصیت جناب پروفیسر بشیر احمد سوز ہیں ۔ جن کی ادبی خدمات اور ہزارہ میں اردو ادب کے لئے کئے جانے والے اقدامات کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں۔حالت سماع کے ترجمے کے حوالے سے ریاض مجید یوں رقم طراز ہیں:

> ’’بشیر احمد سوز نے اس کے ترجمے میں آج کی زبان اور محاورے کو مد نظررکھا ہے۔ اس کتاب کی اشاعت نوں سے جہاں موضوع کی تفہیم مکرر کےاسباب پیدا ہو رہے ہیں وہاں ہزارہ شناسی کی روایت کی جڑ ہیں بھی دریافت ہورہی ہیں ۔‘‘ (۲)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.4 2021

پروفیسر سوز کے تعارف کا ایک شعبہ یہ بھی ہے کہ آپ اصل کتاب کے خالق جناب قاضی میر عالم مرحوم کے پڑپوتے بھی ہیں۔پر و فیسر بشیر احمد سوز کی تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی آباءسے جاملتاہے۔ کئی کتب کے خالق بشیراحمدسوزاپنے آباء کی میراث سے خود بھی بہرہ ورہوئے ہیں اور شائقین علم و ادب کو بھی فیض یاب کیا۔ خلت سماع کے بارے میں بشیر احمدسوز کہتے ہیں۱۲۰ سالہ تاریخی کتاب کی کھوج نایاب کتب سے ان کی گہر ی دلچسپی کی غماض ہے۔ اس ضمن پروفیسر بشیراحمدسوز کےمتعلق شکیل احمد لکھتےہیں:

> ''اصل کتاب کا متن چو نکہ فارسی زبان میں تھااورساتھ احادیث کے ٹکڑے اور عربی اقوال بھی شامل ہیں ۔ اس لئے ترجمے کے دوران پروفیسر موصوف کو کافی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ فارسی میں تو شد بد تھی ہی لیکن عربی کا ترجمہ ان کے لئے مشکلات کے باب رقم کرتا گیا۔اس سلسلے میں انہوں نے آرمی برن ہال کالج کے اسلامیات کے پروفیسر اور وہئیں کے مسجد کےخطیب جن کو عربی پر کامل عبور اور دسترس حاصل تھی جناب مولانا محمد شفیع فیضی سےعربی تر جمے میں خاطرخواہ استفادہ کیا۔ فارسی متن کے ترجمے میں قاضی سعید ناز صاحب کی خدمات حاصل کی گئیں ۔'' (۳)

ترجمہ کرتے ہوئے پروفیسر بشیر احمد سوز نے اصول پسندی کی روایت کو نبھاتےہوئے لفظی اور بامحاورہ ترجمہ کرنے کو ترجیح دی کہ بعض احادیث کے ٹکڑے اور شرعی فیصلےترجمے کے دوران کافی احتیاط کے خواہش گار تھے۔ لیکن پروفیسر موصوف کی شب و روز محنت کی بدولت یہ کٹھن مراحل اس کتاب کے منظر عام پر آنے کی صورت میں ثمر بار ہوئے۔

حلت سماع کی اہمیت

رب کائنات نے انسان کو پڑھنا سکھایا۔ اس پڑھنے یا بولنے تک آنے کے لئے بنی نوع انسان کو بڑے پاپڑ بیلنے پڑے۔ اپنے مشاہدے سے شعور و ادراک کی اعلی ترین مسند پر براجمان ہو کرحضرت انسان نے اشرف المخلوقات کا خطاب حاصل کیا۔ انسان کی انشاپردازی کا سفر گزشتہ کم وپیش تین ہزار سال سے رائج ہے جس کی بدولت آج ہمارے پاس پچھلے تین ہزار سال کے لگ بھگ مستند حوالہ جات موجود و محفوظ ہیں ۔ اس کا ہرگز مطلب یہ نہیں کہ اس سے پہلے انسان شعوروفہم سے عاری تھا، تمہیدی بحث کا مقصد انشاپردازی کی اہمیت اجاگر کرنا ہے جس کی بدولت تاریخی علوم ہم تک اپنی صحت کے ساتھ منتقل ہوئے۔ اس علمی سفر کے نسل در نسل اور زمانہ در زمانہ منتقلی کا عمل یقیناً کسی تحریری نسخے کی زبان در زبان ترجمہ کاری سے ممکن ہو پایا۔ مثال کے طور پرموجودہ تحریروں کے ابتدائی زمانے کے فضلا، ہومر ، افلاطون، ارسطو جیسے یونانی معروف محررہوں یا رومی و فارسی علم الکلام کے ما ہر ین ہوں، یہاں تک کہ آج کی اسلامی دنیا کو بھی اپنی اپنی زبانوں میں قرآن مجید اور احادیث سمیت دوسری مذہبی و علمی مسائل و ادراک کے لیے ترجمے کی ضرورت پڑتی ہے۔ نظریہ ضرورت ترجمہ کاری کی بطور فن پہنے کی اہم دلیل ہے۔قدیم سے موجود زمانے میں منتقل ہونے والے علوم مختلف نوعیت رکھتے ہیں اس لئے ان کی ترجمہ کاری کی نوعیت بھی جد ا ہوتی ہے۔ فی زمانہ علوم نے بہت وسعت اختیار کر لی ہے اور انسان فلسفہ ومنطق کی موشگافیوں پر بھی سیر حاصل گفتگو و مباحث کو تحریر و تالیف کرتا آرہا ہے۔

زیر تحقیق کتاب ایسے ہی فلسفیانہ موشگافیوں کا مظہر ہے جس کی نوعیت مذہبی اور خاص کر شریعتی ہے۔ایک مسلم معاشرے کے لئے شرعی مسائل و مباحث عام اور روز مرہ کی چیز ہے۔ اس لئے ایسی کسی بحث کو زمانے کی زبان میں منتقل کر نایقیناً زمانی و عوامی اعتبار سے جہاں مفید ہے وہیں مذہبی احکامات کو سمجھنے میں بھی علماء کی تصنیفات و تالیفات کے تراجم عموماً نسل انسانی اور خصوصا مذہب کے ماننےوالوں کے لئے سود مند ثابت ہوتے ہیں ۔انسانی ترقی کی بنیاد تضادات کو بھی قرار دیا جاتا ہے۔ جب ایک نظریہ یا تحقیق کے خلاف یا مختلف نظریہ پیش کیا جاتا ہے تو دونوں کے مطالعے و موازنے سے حل کے زیادہ قریب ہونے کےامکانات بڑھ جاتے ہیں۔

جب سے دنیائے انسان میں علوم اور ذیلی مباحث منتقلی کا سلسلہ جاری ہےتب سے نظریات و مباحث کے ردّدر ردّ تشکیل کا سلسلہ جاری و ساری ہے۔ اختلاف ادبی نظریات پر ہو یا فقہی مسائل پر تو ہمیشہ ترقی و بہتری کا ضامن بنتا ہے۔ اگر اسے عین منطقی زاویوں سے برتاجائے۔ فقہ میں علماء کے ساتھ مسائل ، مباحث اور مناظروں نے جہاں کچھ مسائل پیداکئے ہیں اس کے مثبت نتائج بھی ثابت ہوئے۔ یہی مناظروں اور مباحثوں کا سلسلہ علماء اور صوفیاکے در میان بھی تنازعہ کی وجہ بنا اور ایک طویل عرصہ دونوں کے در میان کشمکش جاری رہی۔ جیسےبقول اقبال صوفیا نے جیتا۔ اس کی سادہ دلیل یہ ہے ۔جیسےعلماوتصوف میں ایک طویل سرد جنگ رہی آج کے زمانے میں وہاں خاموشی نظر آتی ہے اور علما و تصو فیا ایک ہی لڑی میں پروئے دکھائی دیتے ہیں ۔ اس بات کو کرنے کا مقصد''حلت سماع''کے موضوع کے طرف مختلف زاویوں سےرسائی حاصل کرنا ہے ۔''حلت

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.4 2021

سماع''جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ سماع یا قوالی کے موضوع پر ایک ایسی تحریر ہے جس نےسماع ردو قبول کے حوالے سے قرآنی آیت، احادیث اور دوسری مستنددذرائع کو موضوع بحث بنادیا ہے۔

سماع کا موضوع ان بڑے موضوعات میں سے ایک ہے جن پرعلمائے شریعت اور صوفیائے معرفت کے درمیان ایک طویل جنگ جاری رہی یہ جنگ بلا شبہ تلوار کی جنگ نہیں تھی بلکہ نظریات و عقائد کی جنگ تھی تحریر و تقریر کے میدان میں لڑی گئی۔ اس بحث سے ہر گز منتفی متاثر نہیں لینا چا ہے بلکہ یہ تنازعات مثبت نتائج کے حامل رہے جو لوگوں کی رہنمائی کرتے ہی رہے ، سماع ابتدا سے ہی صوفیوں کے مشغولات میں شامل رہا۔امیرخسرو کے پاس پہنچ کر اسے عروج حاصل ہوا،اور حال ووجہ جیسی روحانی کیفیات میں مددمبہم پہنچانے کا وسیلہ بنی ۔ بڑے بڑے صوفیا نے اس موضوع پر اپنی بصارت اور بصیرت پر مبنی مباحث نظریات اور نظریات کے زاویے پیش کئے ۔

علما کا ایک بڑا طبقہ قوالی کو خارج از شریعت و روایت قرار دیتا ہے اور اسے فضول امر شار کر کے گناہ پر بحث کو منتج کرتا ہے جبکہ دوسری طرف حضرت علی ہجویری جیسے صوفی اپنی کتاب کشف المحجوب میں سماع کو مکمل بات کے تحت پیش کرتےہیں اوراس کی جائز حدود و قیود پیش کر کے اسے گناہ کے زمرے سے نکالنے کے ساتھ ساتھ اسےروحانی ترقی کا وسیلہ ثابت کرتے ہیں۔قاضی میر عالم نے ایسی ہی ایک بحث کو بحثیت ماہر شریات و قانون پیش کیا ہے جس میں سماع کےردو قبول کے حوالوں کو پیش کرتے ہوئے اپنی بصیرت کو پیش کیا ہے اور سماع و دف و غیرو جیسےحوالوں کو رد کیا ہے ۔ یہ بحث زبان فارسی کتابی شکل میں وجود پذیر ہوئی۔ ایک زمانہ گزر گیا اورفارسی زبان اہل پاکستان کے ہر خاص و عام کی رسائی سے باہر ہو گئی تو اس کتاب کی اردو میں ترجمہ کاری ناگزیر ہو گئی ۔ اصل فارسی کتاب بعنوان '' بوارق الا سماع في الحاد من يحل السماع '' کا ترجمہ'' حلت سماع'' کے عنوان سے ہوا اور یوں ایک اہم علمی نسخہ اگلے ایک زمانے کے لئے محفوظ ہوگیا۔

حلت سماع کا اسلوب

خدا نے انسان کو الفاظ و بیاں کے قابل بنایا اور انسان نے اپنے اس ہنر سے تہذیب و تمدن کے وہ کارنامے انجام دیئے جس کے بل بوتے آج انسان شعور کی ایک خاص معراج پر فائز نظر آتا ہے۔لفظ نے انسان کے خیال کی جگہ اور خیال کے دوسرے ذہن میں منتقلی کا وسیلہ بنا۔ لفظ و بیان کی تمام خوبیاں اور اہمیت اپنی جگہ موجود ہیں مگر اس لفظ و بیاں کی کچھ معذوریاں بھی ہیں ۔ ایک ہی لفظ ایک زبان کے دو بولنے والے لوگوں میں الگ مفاہیم کے ساتھ موجود ہو سکتا ہے ۔ اسی طرح ایک معنی کو پیش کرنے کے لئے مختلف علاقوں میں مختلف الفاظ اور لہجوں کا سہارا لیا جاتا ہے ۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر ایک تحریر کا اسی زبان میں ابلاغ کا فرق آتا ہے تو ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کاری کا اسلوب کس قد ر ابہام کا حامل ہو سکتا ہے۔ اس لئے ترجمہ کا ر ی جوئے شیر لانے کے مترادف عمل ہے۔حلت سماع کی ترجمہ کاری کے علاوہ اگر صرف ترجمہ کی زبان کو بحثیت تخلیق یا بحثیت زبان و اسلوب دیکھا جائے اس کی خوبیوں اور خامیوں پر سیر حا صل بحث ممکن ہے۔ بشیراحمدسوز بحث مصنف ایک طویل تجربہ رکھتے ہیں اوربحثیت عالم و محقق ان کی اہمیت و اہلیت کسی سے ڈھکی چھی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فارسی سے ترجمہ کئے جانے والی ایک مذہبی نوعیت کے اردو تر جمے کی نثر و اسلوب پر بات کی جائے تو یہ بہت خوبیوں سے مزین محسوس ہوتی ہے۔اس کے متعلق سید اظفرعباس نقوی لکھتےہیں:

> ''کتاب کا اصل مسودہ فارسی میں تھا جس کا ترجمہ کیاگیامصنف و مترجم دونوں قابل ستائش ہیں۔کتاب فارسی متن قدیم کا عکس ہے یہ بات انوابع روزگار پر مخفی نہیں کہ تہذیب وثقافت کی طرح زبان بھی مختلف معاشرتی وجوہات اور لمبےدورانیےکی وجہ سے تبدیل ہوتی رہتی ہے۔موجودہ فارسی کا ڈھانچہ بھی اپنے اندرکئی تبدیلیاں لئے ہوئے ہےچاہے ان کا تعلق فن اسلوب سے ہویاگرائمرسے۔''(۴)

حلت سماع کے اسلوب کی سب سے نمایاں خوبی اس کی سلاست اور زمانہ موجود کی زبان اور ضرورت سے ہم آہنگی ہے۔ ''حلت سماع ''کی زبان عوامی زاویوں سے آسان اس لئے نہیں کہا جا سکتا کیونکہ اس کا موضوع مذہبی یا فقہی ہے جس میں صوفی اصطلاحات کی بھی آمیزش ہے مگر ایک صاحب مطالعہ کے لئے اس کی زبان ایسی ہی آسان ہے جیسے طلباء کے لئے ان کے درجوں کے مطابق مواد ہوتا ہے۔ متر جم نے ترجمہ کے اصولوں کو مد نظر رکھنے کے ساتھ ساتھ زبان کی سادگی و سلامت کا خاص خیال رکھا ہے تا کہ محنت شاقہ ثمر آور ثابت ہو اور کتاب موجودہ نسل کے لئے زیادہ سے زیادہ مفید ثابت ہو۔ اس بات کو ثابت کرنے کے لئے حلت سماع سے کافی حوالے پیش کئے جا سکتے ہیں جن مشکل معاملات و مسائل کو عام اور سادہ اردو زبان میں پیش

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.4 2021

کیا گیا ہے۔سوز کی مادری ز بان فارسی نہیں ہے لیکن اس ترجمے میں فارسی اور عربی کے الفاظ کی جگہ ایسے مترادفات لائےجس سے ان کے اس تر جمے میں چاشنی پید اہوئی ۔

''حلّت سماع ''میں مترجم کی زبان سادہ ترین ہے جو فی زمانہ بہتر حکمت عملی ثابت ہورہی ہے اور یہ اثرات مستقبل میں بھی جاری رہیں گے۔ ابتدائی مباحث میں ترجمہ کی روایت پر تفصیلاً بات کی گئی اور مترجم کے اوصاف سمیت ترجمہ کاری کی اقسام اور انواع پر بات کی گئی ۔ ترجمہ کاری میں موضوع کے حساب سے ترجمہ کی نوعیت جداجدا رہتی ہے۔ ادبی ترجمہ کاری اور قانون کی کسی کتاب کی ترجمہ کاری کی نوعیت میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ مذہبی ترجمہ کاری بھی قانون کی کتب جیسی نوعیت کے حامل ہوتے ہیں جسے ردو بدل کرنا ممکن نہیں ہوتا اور مترجم کو اپنی جانب سے حسن وقبح یا خیالات و نظریات شامل کرنے کا اختیار نہیں ہوتا ۔ متر جم کو مذہبی ترجمے میں اتنا زیادہ محتاط ہونا پڑتا ہے جتنا کہ شاید ہی کسی دوسرے شیے میں ۔ اس کی سادہ مثال یوں سمجھ لیا جائے کہ ایک سائنسی تر نے میں غلطی ایک حد تک معالطہ نے اور مترجم کے لئے طعن و تشی کا باعث بن سکتی ہے مگر مذہبی معاملات میں انسانوں کےجذبات شامل ہوتے ہیں جس کی وجہ سے مترجم گویا اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر یہ مشکل اوراہم مرحلہ طے کرتا ہے۔ جیسا کہ اوپر کہا گیا کہ مذہبی ترجمہ میں خیالات کو وسعت نہیں دی جاتی اور بات کو بعید پیش کرنے کی کو شش کی جاتی ہے اس لئے ایسی تحریروں کے لئے لفظ بہ لفظ ترجمہ موزوں شمار کیا جاتا ہے۔

در حقیقت صحیح اور کامیاب تر جمے اسی صورت میں ممکن ہیں جب ہم لکھنے والے کے ذہن میں نہ صرف سفر کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں بلکہ ان کیفیات اور احساسات سے بھی گزر سکیں جوتصنیف کاذریعہ بنی ہیں۔ ترجمہ محض ایک جسم کو دوسرا لباس پہنا دینے کا نام نہیں ہے بلکہ ایک جسم کے مقابلے میں بالکل ویسا ہی جسم تراش کر کےاسے دوسرے لباس میں اس طرح لے آنا ہے کہ دونوں قلبوں میں ایک ہی روح ہو۔ یہاں لباس، جسم اور روح سے مراد تر جمے کی زبان، اصل عبارت کا مرکزی خیال اور وہ تاثر ہے جو پڑھنے کے بعد دل و دماغ میں قائم ہوتا ہے۔ یہی بات بشیر احمد سوز کے تراجم میں نظر آتی ہے۔

حوالہ جات

(1) پروفیسر بشیراحمد سوز،''حلت سماع''ہزارہ چیئر ہزارہ یونیورسٹی ،۲۰۱۰ء،ص13
(2) ایضاً،ص9
(3) شکیل احمد،''بشیر احمد سوزبحیثیت مترجم''مقالہ ایم فل اردو،ہزارہ یونیورسٹی،ص۱۳۶
(4) پروفیسر بشیراحمد سوز،''صریرخامہ''زید لیزر پرنٹنگ فیصل آباد،۲۰۲۰ء،ص163